أحكام فقهية - أردو

فقہی مسائل

جمعية الدعوة بالزلفي

جمعية الدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالزلفي

205

هاتف: ٤٢٣٤٤٦٦ ٠١٦ - فاكس: ٤٢٣٤٤٧٧ ٠١٦

فقہی مسائل

أحكام فقهية – أردو

جمعية الدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات في الزلفي
Tel: 966 164234466 - Fax: 966 164234477

أحكام فقهية

أعده وترجمه إلى اللغة الأردية

جمعية الدعوة والإرشاد و توعية الجاليات بالزلفي

الطبعة الرابع: ١٤٤٢/٩هـ

ح **المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالزلفي**

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالزلفي

أحكام فقهية - الزلفي، 1425هـ

ردمك: 978-6-8013-55-7

(النص باللغة الأردية)

١ـ الفتاوى الشرعية ٢ـ الفقه الحنبلى أـ العنوان

ديوى: ٤،٢٥٨ ١٤٣٥/٩٤٧

رقم الايداع: ١٤٣٥/٩٤٧

ردمك: 978-6-8013-55-7

فقہی مسائل کی فہرست

۱	**مسائل زکاۃ**: حکم زکاۃ	5
۳،۲	کن چیزوں پر زکاۃ واجب ہے؟ سونے چاندی کی زکاۃ	6
۴	سامان تجارت کی زکاۃ	7
۶،۵	شیئرز کی زکاۃ، زمین کی پیداوار پر زکاۃ	9
۷	جانوروں کی زکاۃ	10
۸	اونٹوں کی زکاۃ	11
۱۰،۹	گائے کی زکاۃ، بھیڑ بکری کی زکاۃ	12
۱۱	مستحقین زکاۃ	13
۱۲	**احکام غذا**	17
۱۴،۱۳	احکام ذبح، شرائط ذبح	22
۱۵	ذبح کے آداب	23
۱۶	شکار کرنا	24
۱۷	**مسائل لباس**	27
۱۸	آداب لباس اور مسنون کام	31
۱۹	**مسائل نکاح** : شروط النکاح	35
۲۰	حقوق نکاح	38

۲۱	نکاح کی سنتیں	39
۲۲	بیوی کی خوبیاں	40
۲۳	وہ عورتیں جن سے شادی کرنا حرام ہے	41
۲۴	طلاق	46
۲۵	طلاق کی بنا پر پیدا ہونے والے احکام ومسائل	47
۲۶	خلع (جان خلاصی)	49
۲۷	نکاح کو باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار	50
۲۸	غیر مسلم سے نکاح	51
۲۹	اہل کتاب کی عورت سے نکاح کے نقصانات	53

مسائل زکاۃ

حکم زکاۃ:

زکاۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ جب مسلمان نصاب زکاۃ کا مالک ہوجائے تو زکاۃ واجب ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط﴾ (البقرۃ:۱۱۰)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو''۔

زکاۃ کا نظام بنانے میں بہت ساری حکمتیں اور فائدے ہیں' چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

۱) نفس کو پاک کرنا اور اُسے بخل اور کنجوسی جیسے رذائل اخلاق سے محفوظ کرنا۔

۲) مسلمان کو سخاوت کرنے کا عادی بنانا ہے۔

۳) غنی اور محتاج کے درمیان پیار والے تعلقات کو مضبوط کرنا ہے' اس لیے کہ فطرتاً انسان احسان کرنے والے سے محبت کرنے لگتا ہے۔

۴) ایک مسلمان فقیر کی ضرورت کو پورا کرنا۔

۵) انسان کو گناہوں اور غلطیوں سے پاک کرنا ہے' اس لیے کہ زکاۃ ادا کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں اور درجات بلند ہوجاتے ہیں۔

کن اشیاء پر زکاۃ واجب ہوتی ہے؟

زکاۃ واجب ہوتی ہے سونا' چاندی' تجارتی سامان' پالتو جانور' زمین کی پیداوار میں سے غلہ اور پھل اور معدنیات۔

سونے اور چاندی کی زکاۃ:

سونا اور چاندی جس شکل میں بھی ہوں ان پر زکاۃ واجب ہے' بشرطیکہ وہ نصاب کا مالک ہو۔ سونے کا نصاب ۸۵ گرام یعنی ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب ۵۹۵ گرام یعنی باون تولہ۔

اس اصول کے مطابق جس شخص کے پاس سونے یا چاندی کا نصاب ہوگا وہ موجودہ مقدار میں سے ڈھائی فی صد (۲،۵%) زکاۃ نکالے گا۔ اگر وہ نقدی کی شکل میں زکوٰۃ نکالنا چاہے تو جس وقت اس کے پاس موجود سونے چاندی پر ایک سال گزرے تب اپنے ملک کے بازار سے سونے چاندی کا ریٹ معلوم کرلے، پھر اپنے ملک کی کرنسی کے مطابق جو زکاۃ ہے نکال دے۔

ایک مثال سے بات سمجھ لیں:

ایک آدمی کے پاس ۱۰۰ گرام سونا ہے' اس پر سال بھی گزر گیا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگئی' کیونکہ وہ نصاب کا مالک ہے۔ اس سونے کی زکوٰۃ ڈھائی گرام ہوگی۔ اگر وہ کرنسی کی شکل میں زکاۃ نکالنا چاہے تو بازار سے اس کی

قیمت معلوم کر لے اور ڈھائی گرام سونے کی قیمت بطور زکاۃ ادا کر دے' اور یہی معاملہ چاندی کے ساتھ ہوگا۔

اسی اصول کے مطابق نقد رقم پر زکاۃ واجب ہوگی جب وہ رقم نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے۔ جس آدمی کی نقد رقم ۸۵ گرام سونے کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہوگئی' تو ڈھائی فیصد (۲،۵%) نکال دے'۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ جس کے پاس مال ہو اور اس پر سال بھی گزر چکا ہو کہ وہ سونے والے سے ۸۵ گرام سونے کی قیمت معلوم کرلے' اگر موجودہ مالی رقم سونے کی قیمت کو پہنچتی ہو زکاۃ ادا کر دے' اگر کم ہو تو اس پر زکاۃ نہیں۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھ لیں:

ایک شخص کے پاس ۸۰۰ ریال ہیں اور سال گزر چکا ہے' تو وہ چاندی کی قیمت معلوم کر لے (بشرطیکہ ملک کی کرنسی چاندی کی قیمت پر مبنی ہو)۔ اگر معلوم ہو کہ ۵۹۵ گرام چاندی کی قیمت ۸۴۰ ریال بنتی ہے تو اس رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ جتنی رقم کا وہ مالک ہے وہ نصاب زکوٰۃ کو نہیں پہنچی' یعنی ۵۹۵ گرام چاندی۔ (اگر کسی ملک کی کرنسی سونے پر مبنی ہو تب سونے کے ساتھ حساب ہوگا۔)

سامان تجارت کی زکوٰۃ

ہر مسلمان تاجر جس کے پاس سرمایہ ہے اور وہ اسے تجارت میں استعمال

کررہاہے کافرض ہے کہ وہ اپنے مال کی سالانہ زکاۃ ادا کرے' یہ اللہ کی نعمت کا شکر یہ ہے اور ضرورت مند مسلمان بھائیوں کے حق کی ادائیگی بھی ہے۔ ہر وہ چیز جو فائدہ حاصل کرنے کے لیے خرید وفروخت کی جائے''سامان تجارت'' کہلاتی ہے' خواہ وہ جائداد ہو' جانور ہوں' کھانے پینے کا سامان ہو' یا گاڑیاں وغیرہ ہوں' بشرطیکہ یہ سامانِ تجارت نصاب زکاۃ کو پہنچتا ہو' یعنی سونے یا چاندی کے مقررہ نصاب کے برابر ہو۔ سارے سرمائے میں سے ۲،۵ فیصد زکوٰۃ بنے گی۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کے پاس ایک لاکھ ریال کا سامان ہے' تو اس میں سے دو ہزار پانچ سو (۲۵۰۰) ریال زکاۃ بنے گی۔ لہٰذا تاجروں کی ذمہ داری ہے کہ سال کے آخر میں اپنی دکان میں موجود سارے سامان کا حساب کر کے زکاۃ ادا کردیں۔

اگر ایک تاجر نے سال شروع ہونے سے صرف دس دن پہلے سامان خریدا ہو تو نیا سال شروع ہونے پر وہ سارے سامان کی زکاۃ دے گا۔ واضح رہے کہ اس کے سال کا حساب اس دن سے ہوگا جس دن اس نے کاروبار شروع کیا تھا۔ زکاۃ کا حساب سال بعد ہوتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ہر سال کے آخر میں اس کے پاس جو مالِ تجارت ہو اس کی زکاۃ ادا کرے۔

جن جانوروں کو چرنے کے لئے باہر نہیں بھیجا جاتا بلکہ ان کا مالک اپنے گھر پر یا مخصوص جگہ رکھ کر خود ہی ان کا چارہ دیتا ہے لیکن وہ تجارت کی غرض

سے ہوں یعنی ان میں سے وہ بیچتا ہو، تو جب ان کی قیمت مقررہ نصاب کو پہنچے تو اس پر زکاۃ واجب ہے جو نقدی کی شکل میں ادا کی جائے گی۔ اس صورت میں ضروری نہیں ہے کہ ان جانوروں کی تعداد نصاب کو پہنچے۔

شیئرز کی زکاۃ

اس وقت لوگ جائیداد یا کارخانوں اور فیکٹریوں کے حصے (شیئرز) خریدتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی رقم کو منجمد کردیتے ہیں۔ بعض دفعہ کم و بیش یہ رقم کئی سال تک منجمد رہتی ہے۔ لہٰذا ان حصہ داریوں (شیئرز) میں بھی زکاۃ ہے۔ البتہ انہیں مال تجارت شمار کیا جائے گا۔ مسلمان کا فرض ہے کہ ہر سال کے آخر میں ان شیئرز کا ریٹ لے اور اس کی زکاۃ ادا کردے۔

زمین کی پیداوار پر زکاۃ

دانے اور پیداوار جو ماپے جائیں اور ذخیرہ کیے جاسکیں ان پر زکاۃ واجب ہوتی ہے، مثلاً کھجور، کشمش، گندم، جو اور چاول وغیرہ، البتہ سبزیوں اور پھلوں پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔ زمینی پیداوار کا نصابِ زکاۃ ۶۱۲ کلوگرام وزن ہے۔ اس قسم میں سال کا گزرنا شرط نہیں ہے، بلکہ جونہی اس کا دانہ سخت ہوکر پک گیا زکاۃ واجب ہوگئی۔ اگر کسان کی محنت و مشقت کے بغیر بارش یا نہری نظام سے زمین سیراب ہوتی ہو تو عُشر (۱۰ فیصد) زکوٰۃ ہے۔ البتہ اگر

زمین محنت و مشقت کے ذریعے سیراب ہوتی ہوتو نصف العشر (۵ فیصد) زکاۃ ہے۔مثلاً ایک آدمی نے گندم بوئی اور ۸۰۰ کلوگرام گندم اتری۔ چونکہ گندم کا نصاب ۶۱۲ کلوگرام ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگئی' جو کہ ۸۰ کلو بنتی ہے' بشرطیکہ بغیر مشقت کے زمین سیراب ہوئی ہو اور اگر مشقت سے زمین سیراب ہوئی ہوتو زکوٰۃ ۴۰ کلوگرام بنے گی۔

جانوروں کی زکاۃ

جانوروں سے مراد: اونٹ' گائے' بکری اور بھیڑ ہے۔درج ذیل شروط کے ساتھ ان پر زکاۃ واجب ہوتی ہے:

(۱) نصاب مکمل ہو۔اونٹ پانچ' بکری اور بھیڑ چالیس اور گائے تیس کم سے کم نصاب ہے' اس سے کم تعداد پر زکاۃ نہیں ہے۔

(۲) مالک کے پاس سال بھر سے ہو۔

(۳) سال کا اکثر حصہ جنگل میں چر کر چارہ حاصل کرتی ہوں۔جن کو خود گھاس کھلانا پڑے ان پر زکاۃ نہیں ہے یا جن کا چارہ مالک خرید کر لاتا ہو یا خود کاٹ کر کھلاتا ہو ان پر بھی زکاۃ نہیں ہے۔ ہاں البتہ جو جانور سال کا اکثر حصہ چراگاہ میں چرتے ہوں ان پر زکاۃ ہے۔

(۴) یہ جانور کام میں نہ آتے ہوں' مثلاً کھیتی باڑی' سواری کرنے' یا باربرداری میں استعمال نہ ہوتے ہوں۔

اونٹوں کی زکاۃ

اونٹوں پر زکاۃ کا نصاب کم سے کم پانچ عدد ہے، جب ایک مسلمان نصابِ زکاۃ کا مالک ہوجائے اور اس پر پورا سال گزر جائے تو درج ذیل طریقے سے زکاۃ ادا کرے:

(۱) پانچ اونٹوں سے لے کر نو اونٹ تک ایک بکری دے۔

(۲) دس اونٹوں سے لے کر چودہ اونٹ تک دو بکریاں دے۔

(۳) پندرہ اونٹوں سے لے کر انیس اونٹ تک تین بکریاں دے۔

(۴) بیس اونٹوں سے لے کر چوبیس اونٹ تک چار بکریاں دے۔

(۵) پچیس اونٹوں سے لے کر پینتیس اونٹ تک ایک سال کا اونٹ دے۔
اگر ایک سال کا اونٹ دستیاب نہ ہو تو دو سال کا اونٹ دے سکتا ہے۔

(٦) چھتیس اونٹوں سے لے کر پینتالیس اونٹ تک دو سال کی عمر کا اونٹ دے۔

(۷) چھیالیس اونٹوں سے لے کر ساٹھ اونٹ تک تین سال کی عمر کا اونٹ دے۔

(۸) اکسٹھ اونٹوں سے لے کر پچھتر اونٹ تک چار سال کی عمر کا اونٹ دے۔

(۹) چھہتر اونٹوں سے لے کر نوے اونٹ تک دو سال کی عمر کے دو اونٹ دے۔

(۱۰) اکانوے اونٹوں سے لے کر ایک سو بیس اونٹ تک تین سال کی عمر کے دو اونٹ دے۔

قاعدہ: جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو ہر چالیس اونٹوں پر ایک دو سالہ اونٹ اور ہر پچاس اونٹوں پر ایک تین سالہ اونٹ بطور زکاۃ ادا کرے۔

گائے کی زکاۃ

جب کوئی انسان مکمل شروط کے بعد گائیوں کا مالک ہو تو اس اصول کے تحت زکاۃ ادا کرے:

(۱) تیس گائے سے لے کر انتالیس گائے تک ایک سال کا بچھڑا۔

(۲) چالیس گائے سے لے کر اُنسٹھ گائے تک دو سال کا بچھڑا۔

(۳) ساٹھ گائے سے لے کر انہتر گائے تک ایک ایک سال کے دو بچھڑے۔

(۴) ستر گائے سے لے کر اُناسی گائے تک ایک سال کا بچھڑا اور دو سال کا بچھڑا۔

اس کے بعد حساب یوں رہے گا کہ ہر تیس گائے پر ایک سال کا بچھڑا اور ہر چالیس گائے پر دو سال کا بچھڑا زکاۃ میں ادا کرے گا۔

بھیڑ بکری کی زکاۃ

جب کوئی انسان مکمل شروط کے بعد بکریوں کا مالک ہو اس اصول کے تحت زکاۃ ادا کرے گا۔

(۱) چالیس بکریوں سے لے کر ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری۔

(۲) ایک سو اکیس بکریوں سے لے کر دو سو بکریوں تک دو بکریاں۔

(۳) دو سو ایک بکریوں سے لے کر تین سو ننانوے بکریوں تک تین بکریاں۔

(۴) چار سو بکریوں سے لے کر چار سو ننانوے بکریوں تک چار بکریاں۔

(۵) پانچ سو بکریوں سے لے کر پانچ سو ننانوے بکریوں تک پانچ بکریاں۔

پھر اسی طرح ہر سو بکری پر ایک بکری زکاۃ کا اضافہ ہوتا چلا جائے گا' تعداد خواہ جہاں تک مرضی جائے۔

مستحقین زکاۃ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبۃ ٦٠)

''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے' اس محکمہ میں کام کرنے والوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن کے دل کو قریب رکھنا مطلوب ہو اور گردنیں چھڑانے کے لیے' قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں دعوت و جہاد کے لیے اور مسافروں کے لیے ہیں۔ فرض ہے اللہ کی طرف سے' اور اللہ علم و حکمت والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے آٹھ قسم کے لوگوں کو بیان کیا ہے' ہر ایک زکاۃ کا حقدار ہے۔ اسلام میں زکاۃ کا مصرف فلاحی کام اور ضرورت مند لوگ ہیں' یہ ان لوگوں کے لیےنہیں ہیں جو دین کی خدمت کے نام پر لوگوں کو لوٹتے ہیں' جیسا کہ دوسرے ادیان میں ہوتا ہے۔ زکاۃ کے حقدار حضرات کی تفصیل یوں ہے:

(۱) فقیر: جو شخص اپنی ضروریات کا آدھا حصہ بھی نہ رکھتا ہو۔

(۲) مسکین: جو شخص اپنی ضروریات کا آدھا حصہ تو رکھتا ہو لیکن مکمل ضروریات پوری نہ کرسکتا ہو' ایسے شخص کو مال زکاۃ میں سے چند ماہ کا خرچ یا ایک سال کا خرچہ دیا جاسکتا ہے۔

(۳) محکمہ زکاۃ کے ملازمین: جو لوگ نظام زکاۃ چلانے والے محکمے میں کام کرتے ہوں وہ اپنے گریڈ کے مطابق تنخواہ کے حقدار ہیں' خواہ اپنے گھر میں مالدار ہوں۔

(۴) تالیف قلبی: ان سے مراد وہ سردار قسم کے لوگ ہیں جن کی اپنے اپنے قبیلے میں معقول حیثیت ہوتی ہے۔ ممکن ہے وہ اس طرح اسلام قبول کرلیں' یا اُن کی تکلیف سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اسی طرح جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں ان کی تالیف قلبی اور مضبوطی ایمان کی خاطر ان کو رقم دی جاسکتی ہے۔

(۵) غلاموں کو آزاد کرانے یا دشمن کی قید سے مسلمان قیدیوں کی خلاصی کے لیے زکاۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

(۶) مقروض لوگ: جن لوگوں پر قرض ہو ادائیگی قرض کی خاطر زکاۃ دی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلمان ہو‘ کسی طرح اپنا قرض ادا نہ کرسکتا ہو‘ غلط کاموں کی وجہ سے بھی مقروض نہ ہوا ہو‘ اور فوراً ادائیگی قرض ضروری ہو۔

(۷) فی سبیل اللہ: سے مراد وہ مجاہدین ہیں جو بغیر تنخواہ کے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں‘ اس مال سے اُن کو ذاتی خرچہ دیا جاسکتا ہے اور ان کے لیے اسلحہ خریدا جاسکتا ہے۔ شرعی علم حاصل کرنا بھی جہاد ہے‘ مثلاً ایک آدمی شرعی علم حاصل کرنے کے لیے فارغ ہونا چاہتا ہے اور اُس کے پاس ذاتی سرمایہ نہیں ہے ایسے شخص کو اس قدر دیا جاسکتا ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے لیے ذمہ داریوں سے فارغ ہو سکے۔

(۸) مسافر: جس مسافر کے راستے میں اخراجات ختم ہوگئے ہوں اور اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے وسائل نہ ہوں اُسے زکاۃ کے مال سے اس قدر دیا جاسکتا ہے جو اُسے اُس کی منزل تک پہنچادے‘ خواہ وہ اپنے گھر مالدار آدمی ہو۔

نوٹ: راستوں اور مسجدوں کی تعمیر جیسے کاموں میں مال زکاۃ خرچ کرنا صحیح نہیں۔

ضروری باتیں:

(۱) دریا اور سمندر سے نکلنے والی اشیاء پر زکاۃ نہیں ہوتی۔ جیسے ہیرے' موتی' مرجان' مچھلی وغیرہ وغیرہ۔ البتہ اگر اسے تجارت بنالیا جائے تو زکوٰۃ ہے۔

(۲) کرائے پر دی ہوئی بلڈنگوں اور کارخانوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ اُن سے حاصل شدہ آمدنی پر زکاۃ ہے جب اس مال پر سال گزر جائے' مثلاً:

ایک آدمی گھر کرائے پر دیتا ہے اور کرایہ لیتا ہے اور اس رقم پر سال گزر جاتا ہے' یا کچھ رقم بچ جاتی ہے اور یہ رقم نصاب زکاۃ کی حدود میں ہے تو اس پر زکاۃ ہوگی۔

احکام غذا

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ ''طیبات''(۱) کھائیں اور انہیں ''خبائث''(۲) سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کھاؤ اُن پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں''۔ (البقرۃ: ۱۷۲)

قاعدہ یہ ہے کہ کھانے کی تمام چیزیں شرعاً حلال ہیں سوائے ان چند چیزوں کے، جن کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے تاکہ اُن سے فائدہ اٹھائیں، لہٰذا ایک طرف اللہ تعالیٰ کی نعمتیں استعمال کر کے دوسری طرف اس کی نافرمانی کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کھول کھول کر بیان

(۱) شریعت کی اصطلاح میں ''طیب'' سے مراد ہر وہ خوراک ہے جو کہ شرعاً حلال اور طب کے مطابق مفید اور صحت کے لیے مفید ہو۔

(۲) ''خبائث'' سے مراد ہر وہ خوراک ہے جو کہ شرعاً حرام ہو یا طب کے لحاظ سے نقصان دہ ہو، خواہ اس کا نقصان عمومی ہو جیسے کہ زہر یا اس کا نقصان بالخصوص کسی انسان کو ہو، جیسے کہ بعض لوگوں کو بعض کھانے نقصان دے جاتے ہیں۔ یہ کھانے ان کے حق میں خبیث ہیں۔ (اضافہ از مترجم)

کردیا ہے کہ کھانے پینے کی کون کون سی چیزیں ان پر حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ط﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے پوری تفصیل کے ساتھ ان چیزوں کو بیان کردیا ہے جو اُس نے تم پر حرام کی ہیں' ہاں مگر جس چیز کے بارے میں اضطراری شکل پیدا ہوجائے''۔(الانعام:۱۱۹)

تو معلوم ہوا کہ جس چیز کی حرمت اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کی وہ حلال ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَنَهَى عَنْ اَشْيَاءَ فَلاَ تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوا عَنْهَا))

[سنن الدارقطني ٤/١٨٤ باب الرضاع، والسنن الكبرى للبيهقي ١٠/١٢۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کتاب الاربعین میں حدیث کو حسن قرار دیا ہے جبکہ محققین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے امام البانی رحمہ اللہ مشکاۃ المصابیح کتاب الایمان ح ۱۹۷ میں حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہی رائے شعیب الارناووط کی ہے جامع العلوم ح ۳۰]

''اللہ تعالیٰ نے کچھ کاموں کو فرض قرار دیا ہے انہیں ضائع مت کرو اور کچھ حدود مقرر کردیئے ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں کو حرام

کردیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرو اور کچھ چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اور یہ خاموشی بھول کی وجہ سے نہیں بلکہ رحمت کی بنیاد پر ہے اب تم ان کی تلاش میں نہ پڑو"۔

چنانچہ ہر وہ کھانے پینے' پہننے کی چیز جس کی حرمت اللہ اور اس کے رسول نے بیان نہیں کی اُس کو حرام نہیں کہا جا سکتا' قاعدہ یہ ٹھہرا کہ ہر وہ کھانے پینے کی چیز جو پاکیزہ ہو' اس میں نقصان بھی نہ ہو وہ جائز ہے۔ ناپاک اور نقصان دہ چیز حلال نہیں ہوتی' جیسے کہ مردار' خون' نشہ آور' سگریٹ اور جس چیز میں ناپاکی داخل ہو گئی ہو وہ حرام ہے اس لیے کہ وہ ناپاک اور نقصان دہ ہے۔

حرام مردار سے مراد وہ جانور ہے جو شرعی طور پر ذبح کئے بغیر مر گیا ہو اور خون سے مراد وہ خون ہے جو مذبوحہ جانور سے بہہ کر نکل رہا ہو' البتہ ذبح کرنے کے بعد جو خون گوشت میں لگا رہ جائے یا رگوں میں باقی ہو وہ حلال ہے۔

حلال کھانے دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) جو حیوانات سے بنتے ہیں۔ (۲) جو نباتات سے بنتے ہیں۔ جس چیز میں نقصان نہیں وہ حلال ہے' اور حیوانات دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) وہ حیوان جو خشکی میں رہتے ہیں۔

(۲) وہ حیوان جو پانی میں رہتے ہیں۔

جو جانور پانی میں رہتے ہیں وہ مطلقاً حلال ہیں ان کو ذبح کرنا شرط نہیں

ہے اس لیے کہ پانی کا مردار جائز ہے۔ خشکی کے جانور عام طور پر حلال ہی ہیں' البتہ چند ایک جانور اسلام نے حرام کئے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے:

۱- پالتو گدھے۔

۲- جس جانور کے نوکدار دانت ہوں' سوائے لگڑ بگھا کے۔ اس جانور کے بارے میں اختلاف ہے لہٰذا احتیاط بہتر ہے۔

پرندے سارے حلال ہیں سوائے ان پرندوں کے جن کو نام یا صفات کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے۔

۱- جس پرندے کے ناخن سامنے سے مڑے ہوئے ہوں جن سے وہ شکار کرتا ہو' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ)) [صحیح مسلم ١٩٣٤]

''رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا (حرام قرار دیا ہے) ہر درندے سے جو کہ نوکدار دانت رکھتا ہو اور ہر پرندے سے جس کے پنجے مڑے ہوئے ہوں''۔

۲- جو جانور مردار کھاتے ہوں جیسے کہ باز' گدھ' کوا وغیرہ' اس لیے کہ اُن کی غذا ہی حرام ہے جس پر وہ پلتے ہیں۔

جو جانور برے لگتے ہوں وہ بھی حرام ہیں' جیسے سانپ' چوہا اور کیڑے

مکوڑے وغیرہ۔

مذکورہ بالا جانوروں کے علاوہ سارے جانور اور پرندے حلال ہیں' مثلاً گھوڑے' چوپائے' مرغی' صحرائی گدھا' ہرن' شتر مرغ اور خرگوش وغیرہ۔ ان حلال جانوروں میں سے صرف وہ جانور نہیں کھانے چاہئیں جن کی عمومی غذا ناپاک ہو' البتہ اگر ضرور ہی کھانا ہو تو انہیں کم سے کم تین دین تک باندھ رکھا جائے اور انہیں حلال خوراک دی جائے۔

مسجد میں حاضری کے وقت پیاز' لہسن اور اس طرح کی بدبودار چیزیں استعمال کرنا مکروہ ہے۔

جو آدمی حرام چیز استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے اور مجبوری اس حد تک ہو کہ اگر وہ استعمال نہیں کرتا تو جان کا خطرہ ہو تو زہر کے علاوہ دوسری چیز اس حد تک استعمال کر سکتا ہے کہ اُس کی زندگی کی ڈور نہ ٹوٹے۔

جو آدمی کسی پھل دار باغ سے گزرے' پھل قریب لگا ہو' یا زمین پر گرا پڑا ہو' نہ اُس پر دیوار ہو اور نہ ہی چوکیدار ہو وہ اُس پھل سے کھا سکتا ہے' البتہ اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے جا سکتا' نہ تو وہ درخت پر چڑھ کر پھل اتارے اور نہ ہی اُس کی طرف کوئی چیز پھینکے' اور نہ ہی اکٹھے کئے ہوئے پھلوں میں سے اٹھائے' البتہ مجبوری کی صورت میں جائز ہے۔

احکام ذبح

خشکی کے جانور کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اُسے شرعی اصولوں کے مطابق ذبح کیا جائے اور ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خشکی کے جانور کے گلے کو اور سانس کی نالی کو کاٹ دیا جائے اور مجبوری کی صورت میں کہیں سے بھی رگ کاٹ کر خون نکال دیا جائے۔

جس جانور کو کسی بھی شکل میں ذبح کیا جا سکتا ہو وہ بغیر ذبح کئے حلال نہیں ہوگا' اور وہ مردار کے حکم میں ہوگا۔

شرائط ذبح

۱- ذبح کرنے والے کی اہلیت: وہ عاقل ہو' آسمانی دین کو ماننے والا ہو یعنی کہ مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو' چنانچہ جس جانور کو ایسا شخص ذبح کرے جو پاگل ہو' حالت نشہ میں ہو یا ناسمجھ چھوٹا بچہ ہو' اس کا ذبح جائز نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ یہ تمام لوگ ذبح کرنے کے لیے نیت و ارادے کی صلاحیت نہیں رکھتے' اس لیے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی' اور وہ جانور بھی حلال نہیں ہے جس کو کافر' بت پرست' مجوسی آگ پرست یا قبر پرست ذبح کرے۔

۲- آلۂ ذبح موجود ہو: ہر اُس آلے سے ذبح کرنا صحیح ہے جو تیز دھار ہو' دھار کی کاٹ کی وجہ سے خون چالو کر دے' چاہے وہ لوہے کا ہو' یا کسی دوسری چیز

سے بنا ہو یا پتھر کی نوک ہو' کانچ کا ٹکڑا بھی ہوسکتا ہے' البتہ دانت' ہڈی اور ناخن سے ذبح کرنا صحیح نہیں ہے۔

۳۔ **حلق کو کاٹنا**: اس سے مراد سانس کی نالی' خوراک کی نالی اور سامنے کی دو بڑی رگوں کا کاٹنا ہے۔ ذبح کرتے ہوئے اس جگہ کو کاٹنے کی حکمت یہ ہے کہ خون اچھی طرح نکل جائے' اس لیے کہ ساری نالیاں اسی جگہ اکٹھی ہوجاتی ہیں' اور یہاں کاٹنے سے روح جلد نکل جاتی ہے اس طرح گوشت پاکیزہ ہوجاتا ہے اور حیوان کو تکلیف کم سے کم ہوتی ہے۔

جو جانور مقررہ جگہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو' جیسے شکار وغیرہ تو جسم کے کسی بھی حصہ میں زخم لگا دیا جائے تو وہ ذبح کیا ہوا شمار ہوگا' مثلاً: کسی جانور کا گلا گھٹ گیا ہو' یا اُس کے اوپر کوئی بھاری چیز آن گری ہو' یا بلند جگہ سے گر گیا ہو یا کسی جانور نے زخمی کردیا ہو' چاہے سینگ مار کر زخمی کیا ہو یا منہ سے زخمی کیا ہو' ان تمام شکلوں میں اس جانور کو کھانا جائز ہے بشرطیکہ اُسے چلتی سانس کے ساتھ زندہ پالیا جائے پھر ذبح بھی کرلیا جائے۔

۴۔ ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' کہے' یہ بھی مسنون ہے کہ بسم اللہ کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہے۔

ذبح کے آداب

۱۔ کند آلے سے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

۲- جانور کی آنکھوں کے سامنے آلہ کو تیز کرنا بھی مکروہ ہے۔

۳- قبلہ کی بجائے کسی دوسری طرف رخ کر کے جانور ذبح کرنا بھی مکروہ ہے۔

۴- اس کی گردن توڑ دینا یا مکمل روح نکلنے سے پہلے کھال اتارنا بھی مکروہ ہے۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ گائے اور بکری کو بائیں کروٹ لٹا کر ذبح کیا جائے اور اونٹ کا بایاں پاؤں باندھ دیا جائے اور کھڑے کھڑے ذبح کیا جائے۔

شکار کرنا

ضرورت کے تحت شکار کرنا جائز ہے' البتہ محض کھیل تماشے کیلیے ناجائز ہے۔ شکار کو زخمی کر کے پکڑنے کی دو شکلیں ہوتی ہیں:

۱- اُس کو زندہ قابو کر لیا جائے تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔

۲- وہ مرا ہوا ملے یا زندگی کی آخری سانس لے رہا ہو تو وہ بغیر ذبح کئے بھی حلال ہے۔

شکار کے لیے بھی وہی شرطیں ہیں جو ذبح کرنے والے کے لیے ہوتی ہیں۔

۱- یہ کہ وہ عقل مند ہو' مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو' کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ اُس شکار کو کھائے جسے مجنون نے' نشہ کرنے والے نے' مجوسی نے' بت پرست یا کسی اور کافر نے شکار کیا ہو۔

۲- آلہ شکار کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ وہ تیز دھار ہو خون بہا تا ہو‘ نہ دانت ہو اور نہ ہی ناخن ہو (ہڈی کی قسم سے نہ ہو) وہ شکار کو اپنی دھار سے کاٹے نہ کہ وزن سے چوٹ پہنچائے‘ البتہ کتے یا پرندے جن کے ذریعے شکار کیا جا تا ہے ان کا شکار اُس وقت جائز ہوگا جب وہ سکھائے ہوئے ہوں۔ شکاری جانور کی تعلیم کا قاعدہ یہ ہے کہ جب اُس کو شکار پر چھوڑا جائے تو بھاگے‘ اور جب شکار کو پکڑ لے تو جب تک مالک نہ آ جائے شکار کو پکڑے رکھے‘ اپنے کھانے کے لیے نہ پکڑے۔

۳- وہ شکار کی نیت سے آلہ شکار پھینکے‘ اگر اتفاقاً آلہ ہاتھ سے چھوٹ کر شکار پر گر گیا‘ اور جانور کو قتل کر دیا تو یہ جانور حلال نہیں ہوگا کیونکہ اُس نے شکار کی نیت نہیں کی تھی۔ اسی طرح اگر کتا خود بخود شکار کے پیچھے بھاگا پھر اُس نے جانور کو قتل کر دیا تو یہ جانور بھی حلال نہیں ہوگا اس لیے کہ مالک نے نہیں چھوڑا تھا اور نہ ہی شکار کا ارادہ کیا تھا‘ البتہ اگر کسی نے شکار کی طرف تیر چلایا اور وہ دوسرے جانوروں کو جا لگا‘ یا متعدد جانوروں کو جا لگا تو سارے جانور حلال ہوں گے۔

۴- تیر یا دوسرا آلہ شکار پھینکتے وقت ’’بسم اللہ‘‘ کہے‘ اور یہ بھی مسنون ہے کہ اُس کے ساتھ ’’اللہ اکبر‘‘ بھی کہے۔ گویا وہ جانور کو ہاتھ سے ذبح کر رہا ہے۔

نوٹ: کتا رکھنا حرام ہے[1]۔ البتہ چند شکلوں میں حضور اکرم ﷺ نے اجازت دی ہے اور وہ تین شکلیں ہیں: شکار کا کتا، جانوروں کی نگرانی کا کتا، کھیتی باڑی کی حفاظت کا کتا۔

(۱) نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اصول ''ضرورت'' یہی تین تھے۔ آج کے ترقی یافتہ زمانے میں اس اصول ضرورت میں مجرموں کی سراغ رسانی، منشیات کی پہچان و تلاش، جاسوسی ضروریات، گھریلو حفاظت وغیرہ بھی شامل کیے جا سکتے ہیں۔
(اضافہ از مترجم ابو عبدالرحمٰن غفر اللہ لہ و لوالدیہ و جمیع المسلمین)
یہ بات معلوم رہنی چاہیے کہ مذکورہ اسباب کے علاوہ اگر کوئی کتا پالتا ہے تو ہر دن اُس کی ایک قیراط نیکیاں کم ہوتی رہیں گی۔ [بخاری ۲۳۲۳ (اضافہ از کاتب ابو انس]۔

مسائل لباس

اسلام خوبصورتی اور صفائی کو پسند کرنے والا دین ہے' اور مسلمان کو تعلیم دی ہے کہ وہ پاکیزہ اور خوبصورت شکل میں نظر آئے' بلکہ اس بات کی ترغیب بھی دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لباس پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ انسان کی پردہ پوشی کرے اور خوبصورتی دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِيۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ذٰلِكَ خَيۡرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ﴾ (الاعراف ٢٦)

''اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور خوبصورتی بھی دیتا ہے' اور تقوی کا لباس یہ زیادہ بہتر ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ اسے یاد رکھیں''۔

لباس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ حلال ہے' الا یہ کہ کوئی واضح حکم اُس کو منع کر دے۔ اسلام نے کسی خاص قسم کا لباس مقرر نہیں کیا کہ جس کو پہننا ضروری ہو البتہ کچھ اصول وضابطے مقرر کر دیئے ہیں جن کا مسلمان کے لباس میں ہونا ضروری ہے' جن کی تفصیل یوں ہے:

(۱) یہ کہ ستر کو چھپاتا ہو اور جسم پر بالکل فِٹ نہ ہو (یعنی اس قدر تنگ نہ ہو کہ جسم کا ہر حصہ محسوس ہو۔)

(۲) کافروں اور بدکردار لوگوں کی پہچان کا لباس نہ ہو' تاکہ ان کی مشابہت نہ ہو۔

(۳) اس میں (سائز اور قیمت کے اعتبار سے) فضول خرچی اور تکبر نہ ہو۔

جب لباس میں مذکورہ بالا اصول اپنائے گئے تو ہر انسان اپنی ضرورت اور معاشرتی عرف کے مطابق جو چاہے پہنے۔لباس کے حوالے سے درج ذیل اشیاء کی ممانعت آئی ہے' جن کی تفصیل یوں ہے:

۱- مردوں کے لیے ریشم اور سونے کا استعمال' البتہ عورتوں کے لیے یہ چیزیں جائز ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم پکڑا اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑا' پھر فرمایا:

((اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُورِ اُمَّتِى)) [سنن أبي داود ٤٠٧٥]

''یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں''۔

البتہ مرد خالص چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے' یا جس انگوٹھی میں چاندی کی ملاوٹ ہو وہ بھی پہن سکتا ہے جو کہ عام طور پر مرد پہن لیتے ہیں۔

۲- جس لباس میں جاندار کی تصویر ہو وہ پہننا منع ہے' چنانچہ کسی مسلمان کے

لیے جائز نہیں کہ کوئی ایسا لباس پہنے جس میں انسان یا حیوان کی تصویر ہو' خواہ یہ تصویر کپڑے میں ہو یا زیور میں' یا پہناوے کی کسی دوسری چیز میں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے تکیہ خریدا جس میں تصویر بنی ہوئی تھی' آپ ﷺ کی نگاہ اُس پر پڑ گئی' آپ دروازے پر ہی رک گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی محسوس کر لی' میں نے کہا: میں اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں اور اللہ کے رسول کے حکم کو تسلیم کرتی ہوں' میں نے کیا قصور کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَکَ لِتَقْعُدَ عَلَيهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ، وَقَالَ: اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِی فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ)) [البخاری ۲۱۰۵ ومسلم ۲۱۰۷]

''اس تکیے کا کیا معاملہ ہے؟ میں عرض کیا' میں نے اسے آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر ٹیک لگا کر بیٹھ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان صورت گروں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا' اُن سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں روح پھونک کر انہیں زندہ کر کے دکھاؤ۔ پھر فرمایا: یقیناً وہ گھر جس میں فوٹو ہوں فرشتے داخل نہیں ہوتے''۔

۳- ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا بھی مردوں پر حرام ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبينِ مِنَ الإزَارِ فَفِي النَّارِ)) [البخاری ٥٤٥٠]

''کپڑے کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹک جائے وہ آگ میں ہے''۔

اس حدیث میں منع فرمایا گیا ہے کہ کپڑا ٹخنے سے لمبا نہیں ہونا چاہیے' چاہے وہ لمبا قمیص ہو' شلوار' پاجامہ' پینٹ یا دھوتی ہو۔ یہ حکم تکبر اور گھمنڈ کرنے والوں کے لیے ہی نہیں ہے' بلکہ تکبر کرنے والوں کی سزا تو مزید سخت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلاءَ لَمْ يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيهِ يَومَ الْقِيَامَةِ))

[صحيح البخاری ٧٥٨٧ وصحيح مسلم ٢٠٨٥]

''جس آدمی نے تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں''۔

ہاں البتہ عورت کا فرض ہے کہ اتنا لمبا کپڑا پہنے جو پاؤں تک کو ڈھانپ لیتا ہو۔

۴- ایسا باریک کپڑا پہننا بھی جائز نہیں ہے جو ستر کو نہ چھپاتا ہو یا اس قدر تنگ ہو کہ انگ انگ واضح ہوتا ہو۔ یہ حکم مردوں عورتوں سب کے لیے برابر ہے۔

۵- لباس میں عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا حرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) [صحیح البخاری ۵۸۸۵]

''رسول اللہ ﷺ نے اُن مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کا حلیہ اختیار کرتے ہیں اور اُن عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کا حلیہ بنا لیتی ہیں''۔

٦- لباس میں کافروں کی مشابہت کرنا بھی حرام ہے۔ چنانچہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ ایسا لباس استعمال کرے جو کافروں کے لیے خاص ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اوپر دو پیلے کپڑے دیکھے' فرمایا:

((اِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسهَا)) [مسلم ۲۰۷۷]

''یہ کافروں والے کپڑے ہیں' تم اسے مت پہنو''۔

آداب لباس اور مسنون کام

۱- مسلمان کے لیے مسنون یہ ہے کہ نیا لباس پہنتے وقت دعا کا اہتمام کرے۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب

بھی نئی قمیص یا پگڑی پہنتے تو اس کپڑے کا نام لے کر یوں دعا فرماتے ۔

((اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنیهِ أَسْأَلُکَ مِنْ خیرِہ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّہِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ))

[سنن أبی دوادو ٤٠٢٠، امام البانی نے صحیح کہا ہے]

''اے اللہ! تیرے لیے ہی تعریف ہے' تو نے مجھے اسے پہنایا ہے' میں اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کے لیے بنایا گیا ہے اُس کی خیر کا بھی سوالی ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جس چیز کے لیے بنایا گیا اُس کے شر سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں''(۱)۔

۲- کپڑا پہنتے وقت دائیں طرف سے شروع کرے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

((کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِی شَأْنِهِ کُلِّهِ فِی طُهُورِہِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ)) [صحیح البخاری ٢٦٨]

''کہ نبی اکرم ﷺ اپنے تمام معاملات میں جس قدر ہو سکتا تھا دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے' وضو کرنے میں' کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں''۔

---

(۱) روزانہ کپڑے بدلتے وقت جو شخص یہ دعا پڑھے گا اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِی هٰذا الثَّوبَ وَ رَزَقَنِیهِ مِنْ غَیرِ حَولٍ مِنِّی وَلاَ قُوَّۃ [ابو داود، اللباس، ٤٠٢٣]۔

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور بغیر میری کسی طاقت وقوت کے یہ مجھے عطا کیا۔[اضافہ از کاتب، غفر الله له وللمسلمين]

چنانچہ جب جوتا پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے‘ جب جوتا اتارتے تو بائیں طرف سے شروع کرتے‘ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِالْیُمْنٰی وَاِذَا خَلَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ وَلْیُنْعِلْهُمَا جَمِیعًا أَوْ لِیَخْلَعْهُمَا جَمِیعًا)) [صحیح مسلم ۲۰۹۷]

’’جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں طرف سے شروع کرے اور جب جوتا اتارے تو بائیں طرف سے شروع کرے‘ مناسب یہ ہے کہ یا دونوں کو پہنے یا دونوں کو اتار دے‘‘۔

مذکورہ حدیث میں ایک جوتے میں چلنے پر ممانعت آئی ہے۔

۳۔ مسنون یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے جسم اور کپڑوں کی صفائی کا خیال رکھے اور ان دونوں کو پاک رکھے‘ صفائی ہر زیب وزینت اور خوبصورت منظر کی بنیاد ہے‘ اسلام نے صفائی ستھرائی کی ترغیب دلائی ہے بدن ولباس کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے۔

۴۔ افضل یہ ہے کہ سفید رنگ کے کپڑے استعمال کرے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَسُوا مِنْ ثِیَابِکُمُ الْبَیَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ وَکَفِّنُوا فِیهَا مَوْتَاکُمْ)) [مسند أحمد ۱/۲۴۷، وسنن أبی داود ۴۰۶۱۔ امام البانی رحمہ اللہ نے حدیث کو صحیح کہا ہے]۔

''سفید کپڑے پہنا کرو' یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں' اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو''۔

واضح رہے کہ سارے ہی رنگ جائز ہیں بات صرف افضل کی ہے۔

کپڑوں کے انواع واقسام اور جائز خوبصورتی میں بھی اعتدال اور میانہ روی سے کام لیا جائے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ (الفرقان ٦٧)

''جب وہ لوگ خرچ کرتے ہیں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ ہی کنجوسی کرتے ہیں اور درمیان میں رہتے ہیں''۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا فِي غَيْرِ اِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ))

[صحيح البخاری كتاب اللباس ابتداء میں ومسند أحمد ٢/ ١٨١]

''کھاؤ' پیو' پہنو' صدقہ کرو' بس اسراف نہ کرو اور تکبر میں نہ پڑو''۔

مسائل نکاح

شروط النکاح

(۱) میاں بیوی کی رضا مندی: ایک عاقل بالغ مرد کو ایسی عورت کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جسے وہ پسند نہ کرتا ہو' اسی طرح ایک عاقل بالغ عورت کو بھی اس مرد سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جسے وہ پسند نہ کرتی ہو' اسلام نے عورت کی رضامندی کے بغیر اس کے نکاح سے منع کیا ہے۔ اگر عورت کسی مرد سے نکاح سے انکار کر دے تو اُسے مجبور کرنا جائز نہیں ہے اور یہ حق اُس کے باپ کو بھی حاصل نہیں ہے۔

(۲) سرپرست: عورت کے لیے ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ)) [سنن الترمذی ۱۱۱۳ و سنن ابن ماجة ۱۸۸۱۔ امام البانی رحمہ اللہ نے حدیث کو صحیح کہا ہے]

''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے''۔

اگر کسی عورت نے اپنا نکاح خود کر لیا تو اُس کا نکاح فاسد ہوگا' خواہ اُس نے خود اپنا نکاح کیا ہو یا کسی کو اختیار دیا ہو' اور کوئی کافر مسلمان عورت کا ولی نہیں ہو سکتا' جس عورت کا ولی ہی نہ ہو تو حاکم اُس کا نکاح کروائے گا۔

ولی وہ عاقل، بالغ، سمجھدار مرد جو اُس عورت کا رشتہ دار ہو جو کہ حسب ترتیب یوں ہیں:

باپ پھر باپ کی طرف سے مقرر کردہ آدمی، پھر دادا، پردادا۔

پھر عورت کا بیٹا، پھر پوتے پڑپوتے۔

اس کے بعد سگا بھائی، پھر باپ کی طرف سے بھائی، پھر سگے بھتیجے، پھر باپ کی طرف سے بھائی کی اولاد۔ اسی اصول پر جو جس قدر قریبی رشتہ دار ہوگا اسی قدر ولایت کا حقدار ہوگا۔

پھر سگا چچا، پھر والد کی طرف سے چچا، پھر اُن کی اولاد، جو جتنا قریبی ہے اسی قدر زیادہ حقدار ہے، اس کے بعد والد کا چچا، پھر اُس کی اولاد، پھر دادا کا چچا، پھر اُس کی اولاد۔

ولی کی ذمہ داری ہے کہ نکاح کرنے سے پہلے عورت سے اجازت لے۔

(عورت کے لیے) ولی مقرر کرنے کی حکمت زنا کا راستہ بند کرنا ہے، زنا کار سے بعید نہیں ہے کہ وہ عورت کو کہے کہ اتنی رقم کے بدلے مجھ سے شادی کرلے، پھر اس معاملے پر دو ساتھیوں کو گواہ بھی بنالے۔

(۳) گواہ: لازمی ہے کہ نکاح کے وقت کم سے کم دو یا زیادہ نیک سیرت مسلمان گواہ موجود ہوں، دو یا دو سے زیادہ گواہوں کا ہونا انتہائی ضروری ہے،

نیز وہ بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے ہوں اور قابل اطمینان ہوں یعنی زنا' شراب جیسے گناہوں میں ملوث نہ ہوں۔

نکاح کروانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد یا اُس کا نمائندہ نکاح کے موقع پر عورت کے ولی سے کہے مجھ سے اپنی بچی یا جس کے تم سرپرست ہو-لڑکی کا نام لیا جائے- کا نکاح کردو' جواب میں عورت کا ولی کہے کہ میں نے اپنی فلاں بیٹی یا فلاں زیرسرپرستی عورت کو تمہارے نکاح میں دیا۔اس کے بعد مرد کہے: ''میں نے اس عورت سے نکاح کو قبول کیا''۔

مرد کے لیے بھی جائز ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل مقرر کردے۔

(۴) مہر مقرر کرنا: مہر مقرر کرنے میں بہتر یہ ہے کہ تھوڑا ہو' جس قدر بھی کم سے کم اور آسان ہو وہ بہتر ہے' اس کی مقدار عقد نکاح میں ذکر کی جائے اور عقد نکاح کے ساتھ معجّل ادا کردیا جائے' البتہ سارا یا کچھ حصہ مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے۔اگر خاوند نے جماع سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی تو عورت آدھے حق مہر کی حقدار ہے۔نکاح کے بعد اور جماع سے پہلے ہی خاوند فوت ہوگیا' تو یہ بیوی وارث بھی بنے گی اور مکمل حق مہر کی بھی حقدار ہوگی۔گویا کہ حق مہر خاوند کے ذمہ قرض تھا جو اس کے ورثے سے ادا کیا جائے گا۔

حقوقِ نکاح

(۱) نان نفقہ: خاوند کی ذمہ داری ہے کہ اپنی بیوی پر معروف طریقے سے خرچ کرے مثلاً: کھانا' پینا' کپڑا اور رہائش۔ اگر ادائیگی واجب میں خاوند نے بخل کیا' تو وہ گناہ گار ہے۔ عورت کو حق حاصل ہے کہ ضروریات کے مطابق وہ اپنے خاوند کے مال سے از خود لے لے' یا اُس کی ذمہ داری پر قرض لے لے' مثلاً قریب میں کرانہ سٹور تھا اور بیوی دکان سے ضروریات منگواتی رہے اور کہے کہ خاوند ادا کرے گا۔ اب خاوند کی ذمہ داری ہے کہ اس قرض کو ادا کرے۔

ولیمہ بھی نان نفقہ کے زمرے میں آتا ہے' ولیمہ سے مراد وہ کھانا ہے جو خاوند شادی کے دنوں میں تیار کرتا ہے اور اہل تعلق کو دعوت دے کر بلاتا ہے' یہ ایسی سنت ہے جس کا حکم ہے' کیونکہ آپ ﷺ نے خود بھی متعدد بار ولیمہ کیا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے۔

(۲) وراثت: جونہی کسی مسلمان مرد نے مسلمان عورت کے ساتھ صحیح نکاح کرلیا تو وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ﴾.

’’تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر مر جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو‘ تو سارے ترکے میں سے آدھا حصہ تمہارا ہے‘ اور اگر اُن کی اولاد ہو تو اُن کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے‘ اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں‘ یا قرض کی ادائیگی کے بعد‘ اور جو ترکہ تم چھوڑ جاؤ اس میں اُن کے لیے چوتھائی ہے‘ اگر تمہاری اولاد نہ ہو‘ اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا‘ اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد‘‘۔(النساء:۱۲)

صورتِ مسئلہ میں اس سے فرق نہیں پڑے گا کہ تم نے اُس عورت سے جماع کیا ہے یا نہیں کیا۔

نکاح کی سنتیں اور آداب

۱۔ نکاح کا اعلان کرنا مسنون ہے‘ نیز نئے شادی شدہ جوڑے کے لیے دعا کرنا بھی مسنون ہے‘ خاوند یا بیوی سے یوں کہا جائے:

((بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ و جَمَعَ بَینَکُمَا فِی خَیْرٍ))

[سنن ابی داود ۲۱۳۰]

’’اللہ تعالیٰ اس نکاح کو تیرے لیے برکت بنادے اور تمہیں برکت سے نواز دے اور تم دونوں کو خیر وسلامتی کے ساتھ جمع کردے‘‘۔

۲- جب بھی وہ جماع کرنا چاہیں تو یہ مسنون دعا پڑھیں:

((بِاسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا))

[صحيح البخاری ح ۱٤۱، وصحيح مسلم ۱٤۳٤]

''بسم اللہ' اے اللہ ہم کو شیطان سے دور رکھ' اور ہماری اولاد کو بھی شیطان سے دور رکھ''۔

۳- میاں بیوی دونوں پر حرام ہے کہ باہمی مخصوص باتوں کو دوسروں پر ظاہر کریں۔

۴- حالت حیض اور حالت نفاس میں (خواہ خون بند ہو چکا ہو لیکن ابھی تک غسل نہ کی ہو) مرد کا بیوی کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے۔

۵- خاوند کے لیے حرام ہے کہ اپنی بیوی کے پیچھے جماع کرے' اور یہ بڑا گناہ ہے جسے اسلام نے حرام کیا ہے۔

۶- خاوند کے لیے واجب ہے کہ جماع کرنے میں اپنی بیوی کا حق ادا کرے' نیز حمل سے بچنے کے لیے انزال سے پہلے بیوی سے علیحدہ نہ ہو' اگر کوئی طبی ضرورت ہو تو جائز ہے لیکن بیوی کی رضامندی کے ساتھ۔

بیوی کی خوبیاں

شادی کے ذریعے سکون حاصل کرنا اور نیک خاندان کی بنیاد اور پاکیزہ

معاشرہ مطلوب ہوتا ہے، چنانچہ اگر بیوی ظاہری و باطنی جمال کی مالک ہو تو عظیم خوبیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ ظاہری جمال سے مراد جسمانی طور پر کامل و مکمل ہو اور باطنی جمال یہ ہے کہ دین و اخلاق کے اعتبار سے کامل و مکمل ہو، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس طرح انسان مکمل ہو جاتا ہے اور خوش قسمت ہوتا ہے۔ البتہ اصل اہمیت دینداری کی ہے اور یہی نبی اکرم ﷺ کی تاکید ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی چاہیے کہ نیک اور متقی انسان کا انتخاب کرے۔

وہ عورتیں جن سے شادی کرنا حرام ہے:

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے: ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ جن عورتوں سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

۲۔ جن عورتوں سے نکاح ایک وقت مقررہ تک حرام ہے۔

اوّلاً: جن عورتوں سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) نسب کی وجہ سے حرام عورتیں:

اور یہ سات قسم کی ہیں۔ ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں کیا ہے۔ فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ﴾ (النساء:۲۳)

''حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں''۔

۱-مائیں: سے مراد ماں، دادی، نانی، پردادی، پرنانی اور اوپر کو رشتہ جہاں تک جائے۔

۲-بیٹیاں: سگی بیٹیاں، پوتی، پڑپوتی، نواسی، پرنواسی، نیچے کو رشتہ جہاں تک جائے۔

۳-بہنیں: سگی بہنیں، باپ کی طرف سے بہن، ماں کی طرف سے بہن۔

۴-پھوپھیاں: سگی پھوپھی، باپ کی پھوپھی، دادا کی پھوپھی، ماں کی پھوپھی، دادی یا نانی کی پھوپھی۔

۵-خالائیں: سگی خالہ، باپ کی خالہ، دادا کی خالہ، ماں کی خالہ، دادی یا نانی کی خالہ۔

۶-بھتیجیاں: سگے بھائی کی بیٹی، باپ کی طرف سے بھائی کی بیٹی، ماں کی طرف سے بھائی کی بیٹی اور اُن کے بیٹوں کی بیٹیاں، یا بیٹیوں کی بیٹیاں اور رشتہ نیچے جہاں تک پہنچے۔

۷-بھانجیاں: سگی بہن کی بیٹی، باپ کی طرف سے بہن کی بیٹی، ماں کی طرف سے بہن کی بیٹی، ان کے بیٹوں کی بیٹیاں، ان کی بیٹیوں کی بیٹیاں اور رشتہ نیچے جہاں تک پہنچے۔

(۲) دودھ کی وجہ سے حرام ہونے والے رشتے

جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں وہی رشتے دودھ پینے کی وجہ سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ))

[صحيح البخاری ٢٦٤٥ وصحيح مسلم ١٤٤٥]

''جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہوتا ہے وہ رشتہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوجاتا ہے''۔

البتہ جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے اُس کی چند شروط ہیں:

۱- کہ بچے نے ماں کا پانچ یا پانچ سے زیادہ مرتبہ دودھ پیا ہو' اگر بچے نے عورت کا چار مرتبہ دودھ پیا ہو تو یہ عورت اُس بچے کی رضاعی ماں نہیں کہلائے گی۔

۲- یہ کہ بچے نے عورت کا دودھ ''عمر فطام'' سے پہلے لیا ہو۔فطام سے مراد ہے دودھ چھڑانے کی عمر جو کہ زیادہ سے زیادہ دوسال ہوتی ہے۔اور یہ بھی شرط ہے کہ پانچوں دفعہ اس نے عمر فطام سے پہلے پیا ہو۔اگر بچے نے عورت کا دودھ عمر فطام کے بعد پیا' یا کچھ بار عمر فطام سے پہلے اور کچھ بار عمر فطام کے بعد تب بھی یہ عورت اس بچے کی ماں نہیں کہلائے گی۔

جب رضاعت کی شرطیں پوری ہوگئیں یہ بچہ اس عورت کا بیٹا بن گیا' اور

اس عورت کے بچے اس کے بہن بھائی بن گئے' چاہے یہ بچے اس سے پہلے تھے یا بعد میں آئے' اوراس عورت کے ''لبن والے خاوند''(۱) کے بیٹے بیٹیاں اس بچے کے بہن بھائی ہو گئے' چاہے وہ بچے اس عورت کے بطن سے تھے جو بچے کو دودھ پلا رہی ہے یا کسی دوسری بیوی کے پیٹ سے تھے' کیونکہ یہاں اصل اعتبار لبن والے باپ کا ہے ماں کے پیٹ کا نہیں۔ یہاں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ دودھ پیتے بچے کی آئندہ نسل کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کا رضاعت والے رشتے سے کوئی تعلق نہیں۔اور نہ ہی دودھ پینے سے اُن کے ساتھ کوئی رشتہ بنتا ہے۔

سسرالی تعلق کی وجہ سے حرام ہونے والے رشتے

۱- باپ دادا کی بیویاں: جب کسی مرد نے عورت سے عقد نکاح کر لیا تو یہ عورت حرام ہوگئی اس کے بیٹوں پر' پوتوں پر' نواسوں پر' اور رشتہ نیچے کو جہاں تک جائے' اس سے فرق نہیں پڑتا کہ ااس نکاح کرنے والے مرد نے اپنی اُس بیوی سے جماع کیا یا نہیں کیا۔

۲- بیٹوں کی بیویاں: جب کسی مرد نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا تو یہ

(۱) ''لبن والا خاوند'' ایک فقہی اصطلاح ہے جس سے مراد عورت کا وہ خاوند ہوتا ہے جس کے جماع کے بعد اس عورت کو حمل ہوا اور بچہ جننے کے بعد سینے میں دودھ اترا۔ اس طرح یہ دودھ پیتا بچہ اس خاوند کا بیٹا شمار ہوگا جس کے جماع سے اس رضاعی ماں کو حمل ہو' پھر بچہ پیدا ہوا اور دودھ اترا اور اس دودھ سے رضاعی بچے نے غذا حاصل کی۔

عورت نکاح کرنے والے مرد کے باپ' دادا پر حرام ہوگئی' دادا اور نانا دونوں کے لیے یہی حکم ہے چاہے اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع کیا یا نہیں کیا حرمت ثابت ہوگئی۔

۳- بیوی کی ماں اور دادی نانی: جب کسی انسان نے کسی عورت سے عقد نکاح کرلیا اس عورت کی ماں اور دادی نانی اس پر حرام ہوگئی۔ یہ حکم عقد نکاح کے ساتھ ہی لاگو ہوجاتا ہے چاہے وہ اپنی اس بیوی سے جماع کرے یا نہ کرے۔

۴- بیوی کی بیٹیاں' پوتیاں' نواسیاں' اور رشتہ نیچے کو جہاں تک جائے: جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرلے اور اُس سے جماع بھی کرلے تو اُس عورت کی بیٹیاں، پوتیاں، نواسیاں اِس مرد پر حرام ہوجاتی ہیں۔ چاہے اِس خاوند سے پہلے مرد کی ہوں یا اِس کے بعد والے خاوند کی۔ ہاں اگر جماع سے پہلے ہی رشتہ ختم ہوجائے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

عارضی طور پر حرام ہونے والے رشتے

۱- بیوی کی بہن (۱)، پھوپھی' خالہ' یہاں تک کہ خاوند اپنی بیوی سے علیحدہ ہوجائے' بیوی کی وفات کی وجہ سے یا طلاق کے ذریعہ اور عدت بھی ختم ہوجائے۔

(۱) اس سے مراد بیوی کی ہر وہ رشتہ دار خاتون ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو مرد مان لیا جائے تو ان دونوں کا باہمی نکاح جائز نہ ہو۔ گویا کہ ان کے درمیان محرم کا رشتہ ہو۔ لہٰذا ان دونوں خواتین کو ایک مرد کے نکاح میں بیک وقت نہیں دیا جاسکتا۔ (اضافہ از مترجم ابوعبدالرحمٰن)

۲- دوسرے کی عدت گزارنے والی: یعنی وہ عورت جو طلاق، وفات، خلع، فسخ نکاح کی وجہ سے عدات گزار رہی ہو تو اس عوت کے ساتھ بھی نکاح کرنا صحیح نہیں، یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے، عدت ختم ہونے تک پیغام نکاح دینا بھی جائز نہیں۔

۳- حج یا عمرے کا احرام باندھنے والی عورت، احرام سے مکمل طور پر فارغ ہونے تک اس عورت سے نکاح کرنا حتیٰ کہ پیغام نکاح دینا بھی جائز نہیں۔

طلاق

بنیادی طور پر طلاق دینا مکروہ ہے۔ چونکہ کبھی کبھی طلاق دینا ضروری ہو جاتا ہے، یا تو عورت اپنے خاوند کے ساتھ نباہ کرنے میں مشکل محسوس کرتی ہے یا پھر مرد عورت کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتا، یا کچھ اور بھی مجبوریاں ہوتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اُس نے طلاق کو بوقت ضرورت جائز رکھا ہے، اگر کچھ ایسی مجبوری ہو تو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ خاوند مندرجہ ذیل ہدایات کو سامنے رکھے:

۱- حالت حیض میں بیوی کو طلاق نہ دے، اگر اُس نے حالتِ حیض میں بیوی کو طلاق دی تو اُس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اور حرام کام کا ارتکاب کیا (گناہ کبیرہ کمایا)۔ خاوند پر واجب ہے کہ ایسی صورت میں وہ

اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور طہارت تک اُس کو بیوی بنا کر رکھے۔ طہر ہونے کے بعد چاہے تو طلاق دے دے' اور بہتر یہ ہے کہ دوسری مرتبہ حیض آنے تک اُس کو یونہی رکھے' پھر جب دوسرے حیض کے بعد پاک ہو جائے تو اگر چاہے تو بیوی بنا کر رکھے اور چاہے تو اُسے طلاق دے دے۔

۲- جس طہر میں اُس نے جماع کیا ہو اُس میں طلاق نہ دے الا یہ کہ اُس کا حمل واضح ہو' اگر کسی نے بیوی کو طلاق دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہو اور وہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بیوی سے جماع کر چکا ہو' ایسی صورت میں اُسے طلاق نہ دے' حتیٰ کہ اُس عورت کو دوبارہ حیض آئے اور وہ پاک ہو جائے' چاہے کتنا ہی وقت گزر جائے' پھر اگر چاہے تو اُسے طلاق دے دے' لیکن جماع کرنے سے پہلے پہلے۔ ہاں اگر اُس کا حمل واضح ہو گیا ہو یا اُس کا حمل پہلے سے معلوم تھا تو اب طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔

طلاق کی بنا پر پیدا ہونے والے احکام و مسائل

چونکہ طلاق کی وجہ سے بیوی کو خاوند سے علیحدہ ہونا ہے' اس جدائی پر بھی کئی مسائل جنم لیتے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے۔

ا- عدت گذارنا واجب ہے: اگر خاوند اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو یا اُس سے تنہائی میں مل چکا ہو' تو عورت کو عدت گذارنی ضروری ہے۔ اگر جماع کے

بغیر' یا تنہائی کی ملاقات کے بغیر ہی اُس نے طلاق دے دی ہو اب عدت نہیں ہے۔اور عدت سے مراد ہے:

ا: اگر عورت کو حیض آتا ہو تو تین حیض تک عدت گذارے۔

ب: اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ عدت گذارے۔

ج: اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک عدت گذاردے۔

عدت مقرر کرنے میں بھی بہت ساری مصلحتیں اور فوائد ہیں مثلاً خاوند کو موقع دیا جارہا ہے کہ اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کرسکے اور اس بات کی بھی تسلی ہو جاتی ہے کہ عورت حمل سے ہے یا کہ حمل کے بغیر ہے۔

۲- اگر اس طلاق سے پہلے بھی اپنی اس بیوی کو دو مرتبہ طلاق دے چکا تھا تو تیسری طلاق کے بعد یہ عورت اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔اس مسئلے کی تفصیل یوں ہے: مثلاً ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے رجوع کرلیا' یا عدت گزر جانے کے بعد نکاح کرلیا' پھر دوسری مرتبہ طلاق دے دی اور عدت کے دوران ہی رجوع کرلیا' یا عدت گزرنے کے بعد نکاح کرلیا' پھر اُس نے تیسری مرتبہ طلاق دے دی' اب اس کے بعد یہ عورت اس خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے صحیح نکاح نہ کرلے' وہ مرد اس کے ساتھ جماع بھی کرے' پھر کسی وجہ سے یہ دوسرا مرد اس

عورت سے بے رغبت ہو جائے (محض سازشی نکاح نہ ہو جیسے کہ حلالے کے سانڈ نکاح کرتے اور طلاق دیتے ہیں' یہ دین سے کھلا مذاق ہے) اور اسے اپنی مرضی سے طلاق دے۔ اب یہ عورت اپنے سابقہ خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔ جس مرد نے کسی عورت کو تین طلاق دے دی ہو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو اس مرد پر حرام قرار دیا ہے تا کہ عورتوں کو خاوندوں کے ظلم سے بچایا جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے۔

جان خلاصی (خُلع)

خُلع سے مراد ہے کہ عورت اپنے خاوند کو کسی وجہ سے ناپسند کرتی ہے اور اپنی جان چھوڑنے کے لیے اُس کو مال دیتی ہے' البتہ اگر خاوند کو بیوی ناپسند ہو اور وہ خود ہی اس کو چھوڑنا چاہتا ہو اب خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ عورت سے جان خلاصی کے بدلے فدیہ وصول کرے' یا تو خاوند صبر کرے ورنہ طلاق دے دے۔

عورت کی بھی ذمہ داری ہے کہ بلا وجہ طلاق طلب نہ کرے الا یہ کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن کے ساتھ گذارہ کرنا ممکن نہ ہو' اسی طرح خاوند کے لیے بھی جائز نہیں کہ جان بوجھ کر اپنی بیوی کو تنگ کرے تا کہ وہ خلع لینے پر مجبور ہو جائے اور خاوند کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ جس قدر اُس نے مہر دیا تھا اس سے زیادہ لے۔

نکاح کو باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار

کسی معقول سبب کی وجہ سے خاوند اور بیوی دونوں کو حق حاصل ہے کہ وہ عقد نکاح کو باقی رکھیں یا ختم کر دیں' مثلاً: کہ خاوند بیوی میں یا بیوی خاوند میں کوئی ایسا جسمانی مرض یا عیب پائے جو عقد نکاح کے وقت ظاہر یا بیان نہیں کیا گیا' ایسی صورت میں فریق ثانی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عقد نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کر دے' مثلاً:

۱- زوجین میں سے کوئی پاگل ہو' یا اُسے ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے نکاح کا پورا حق ادا نہ ہوتا ہو' ایسی صورت میں یا اس سے ملتی جلتی صورتوں میں فریق ثانی کو حق حاصل ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کر دے۔ اگر فسخ نکاح کا معاملہ جماع سے پہلے پہلے طے ہو جائے تو خاوند دیا ہوا حق مہر واپس لے سکتا ہے۔

۲- حق مہر جس کا مقررہ وقت آ گیا ہو اگر خاوند کے پاس ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو جماع سے پہلے پہلے عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ نکاح فسخ کر دے' البتہ جماع کے بعد اُس کو یہ حق حاصل نہیں رہے گا۔

۳- نان نفقہ کی مجبوری' جو خاوند اپنی بیوی کا نان نفقہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو جس قدر ممکن ہو عورت انتظار کر لے پھر وہ بذریعہ عدالت فسخ نکاح کر سکتی ہے۔

۴- اگر خاوند لاپتہ ہو جائے' اس کی کوئی خبر نہ ہو' بیوی کے لیے اخراجات بھی

نہیں چھوڑے‘ کسی کو خرچ کرنے کی ذمہ داری بھی نہیں دی‘ اور کوئی خود سے بھی اس کی بیوی پر خرچ نہیں کر رہا‘ اس عورت کے پاس بھی اتنا مال نہیں ہے جس سے وہ زندگی گزار سکے اور بعد میں خاوند سے لے لے‘ ایسی مجبوریوں کی صورت میں‘ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سرکاری عدالت کے ذریعے فسخ نکاح کروالے۔

غیر مسلم سے نکاح

غیر کتابی کافر عورت سے مسلمان کے لیے نکاح کرنا حرام ہے‘ اور عورت کے لیے کتابی یا غیر کتابی مرد سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر عورت خاوند سے پہلے اسلام قبول کر لیتی ہے تو جب تک اس کا خاوند مسلمان نہ ہو جائے اسے جماع کی اجازت نہ دے ورنہ حرام ہوگا۔ غیر مسلم سے نکاح کے حوالے سے بعض مسائل واحکام ملاحظہ فرمائیں:

۱- اگر میاں بیوی دونوں بیک وقت مسلمان ہو جائیں تو ان کا نکاح باقی رہے گا بشرطیکہ وہاں کوئی دوسری رکاوٹ نہ ہو‘ مثلاً سابقہ نکاح میں عورت خاوند کی محرم رشتہ دار تھی‘ یا اس مرد کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہی نہ تھا۔ ایسی مخصوص صورتوں میں ان کے درمیان تفریق کروادی جائے گی۔

۲- اگر کتابی عورت کا خاوند مسلمان ہو جائے تو ان دونوں کا نکاح برقرار رہے گا۔

۳- جب غیر کتابی کافر میاں بیوی سے کوئی ایک بھی مسلمان ہو گیا اور ان کا

جماع نہیں ہوا تو نکاح باطل ہو جائے گا۔

۴- اگر کافر مرد (کتابی ہو یا غیر کتابی ہو) کی بیوی مسلمان ہو جائے اور ابھی تک جماع نہیں ہوا تو نکاح فسخ ہو گیا' اس لیے کہ مسلمان عورت کافر مرد کے لیے حلال نہیں ہے۔

۵- اگر جماع کے بعد کافر مرد کی بیوی مسلمان ہو جاتی ہے تو عدت ختم ہونے تک معاملہ رکا رہے گا۔ اگر خاوند مسلمان نہیں ہوتا تو عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح بھی ختم ہو جائے گا۔ اب مسلمان عورت جس سے چاہے نکاح کر لے اور اگر چاہے تو خاوند کے اسلام کا انتظار کر لے' البتہ اس عرصے میں یہ انتظار کرنے والی بیوی کا کوئی حق خاوند کے نام نہیں ہو گا اور مرد کا بھی کوئی اختیار اس عورت پر نہیں ہو گا۔ اگر خاوند اسلام قبول کر لیتا ہے تو یہ عورت اس کی بیوی ہو گی' تجدید نکاح کی ضرورت نہیں' خواہ سالہا سال تک اس عورت نے اس مرد کا انتظار کیا ہو' یہی سارے احکام ہوں گے اگر کافر غیر الکتابیہ کا خاوند مسلمان ہو جائے۔

۶- اگر جماع سے پہلے ہی بیوی اسلام سے مرتد ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور اُس کو مہر بھی نہیں ملے گا۔ اور اگر خاوند مرتد ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور اسے آدھا مہر دینا ہو گا' اور اگر میاں بیوی میں سے مرتد ہونے والا دوبارہ مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے سابقہ نکاح پر بحال رہیں گے' بشرطیکہ ان کے درمیان طلاق نہ ہوئی ہو۔

اہل کتاب کی عورت سے نکاح کے نقصانات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب نکاح کو حلال کیا تو اُس کا ہدف تھا کہ اخلاق کی اصلاح ہو' غلط کاموں سے معاشرے کو پاک رکھا جائے' شرمگاہوں کی حفاظت ہو' معاشرے کے لیے اسلامی نظام وقانون کولاگو کیا جاسکے' اور ایک ایسی امت پیدا ہو جو أشھد أن لا الٰہ الا اللّٰہ محمدٌ رسول اللّٰہ پر قائم ہو' اور یہ عظیم مقاصد اسی وقت حاصل ہوسکتے ہیں جب نیک خاتون سے نکاح ہو' جو دین' شرافت اور اخلاق محمودہ کی مالک ہو' البتہ اگر ایک مسلمان اہل کتاب کی عورت سے نکاح کرتا ہے تو اس کے نقصانات اس طرح ظاہر ہوں گے:

ا- گھریلو ماحول میں: چھوٹے گھرانے کے اندر اگر خاوند مضبوط مزاج کا مالک ہے تو وہ لازماً اپنی بیوی پر اثر انداز ہوگا۔ غالب گمان یہی ہے کہ وہ خاتون مسلمان ہوجائے گی' لیکن اس سے مختلف ہونے کا بھی امکان ہے' تو ایسی صوت میں جو کام اس خاتون کے نظریئے کے مطابق صحیح ہے وہ اُسے اپنائے گی' مثلاً شراب پیئے' خنزیر کا گوشت کھائے' اور آزاد دوستیاں بنائے وغیرہ' اس طرح مسلمان خاندان ٹوٹ پھوٹ جائے گا' اور بالکل بکھر جائے گا اور بچے برائیوں پر پروان چڑھیں گے' اور معاملہ مزید بگڑ سکتا ہے جب سخت مزاج اور ضدی عورت بچوں کو اپنے مذہب کی عبادت گاہ میں لے جائے۔ اس طرح وہ عیسائیوں کی عبادت دیکھ دیکھ کر اس کے عادی ہوجائیں گے' مثل

مشہور ہے ''جو آدمی جس عادت پر بڑا ہوا سی کے ساتھ مرتا ہے''۔

۲- اسلامی معاشرے پر اثرات: اسلامی معاشرے کے اندر اہل کتاب خواتین کی کثرت انتہائی خطرناک معاملہ ہے' اس طرح وہ امت اسلامیہ کے اندر بیٹھ کر اپنے نظریات پھیلائیں گی' اور ان کے عیسائی عادات کو اپناتے رہنے کی وجہ سے مسلم معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا' مثلاً مرد عورت کا آزادانہ میل جول' کپڑوں سے آزادی اور اسی طرح کی دوسری خلافِ اسلام حرکتیں معاشرے میں پھیل جائیں گی۔

ضـــروری نوٹ: صفحہ ۳۵ میں دیکھئے کہ مہر کا ادا کرنا نکاح کی ایک شرط ہے جس کے بغیر نکاح ہوتا ہی نہیں۔ صفحہ ۳۶ میں دیکھئے کہ نان نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ہے اور یہ حقوق میں سے ہے جس کی ادائیگی میں کوتاہی گناہ ہے۔ اب جہیز لینے والا مرد اور وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کے لئے خوب جہیز لانے والی بہو تلاش کرتے ہیں غور کریں کہ جہیز دین کے کس زمرہ میں داخل ہے؟ کیا یہ لڑکی والوں پر سراسر ظلم نہیں؟ اللہ کے پاس اس کی پوچھ ہوگی ڈرتے نہیں؟ کیا کسی لڑکے والے نے آپ کی بیٹی کو لینے کے لئے ظلم ڈھایا، گناہ گار ہوا تو کیا آپ یہی ظلم کسی اور پر کرتے ہوئے گناہ گار ہونگے؟ سوچئے! اس بھکاری پن کو چھوڑیئے!! [کاتب: ابوانس]